عہدِ نبوی سے عہدِ عباسی تک اسلامی نصابِ تعلیم کے مقاصد

The Objectives of the Islamic Curriculum from the Time of the Prophet to the period of Abbasside

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Sadia Noreen (Lecturer of Islamic studies, The Government Sadiq College Women University Bahawalpur).
Email: sadianoreen611@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Ishaq (School education Department Bhakkar).
Email: muftiishaq@gmail.com

Abstract: Curriculum is central to any education system, and it is impossible to determine it unless its objectives are defined. As Muslims, we have a responsibility to focus on setting curriculum objectives in designing the syllabus of the education system of a Muslim state. One way to assess and determine the objectives of the syllabus in the light of Islamic teachings is to review them in different periods of Islamic history, and to determine the objectives of the syllabus in the light of them in the present. In this article, the author has highlighted the objectives of the syllabus for the present era in the light of the discussion on the objectives of the Islamic education system from the time of the Prophet to the Abbasid period.

Key words: Education, syllabus, Objectives, Prophet's period, The Rightly-guided Caliphs.

خلاصہ

کسی بھی نظامِ تعلیم میں نصاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور نصاب کا تعین، اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ نصاب کے مقاصد کا تعین نہ کر لیا جائے۔ بحیثیت ایک مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایک مسلمان مملکت کے نظام تعلیم کے نصاب کی تدوین میں نصاب کے مقاصد کی تعیین پر خاص توجہ دیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نصاب کے مقاصد کی تشخیص اور تعین کا ایک راستہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں نصاب تعلیم کے مقاصد کا جائزہ لینا اور ان کی روشنی میں عصر حاضر میں نصاب کے مقاصد کی تعیین ہے۔ پیش نظر مقالہ میں مقالہ نگار نے عہد نبوی ﷺ سے لے کر عباسی دور تک اسلامی نظام تعلیم کے مقاصد پر بحث کی روشنی میں عصر حاضر کے لئے نصاب تعلیم کے مقاصد کا واضح کیے ہیں۔

کلیدی الفاظ: تعلیم، نصاب، مقاصد، عہد نبوی ﷺ، خلفائے راشدین۔

مقدمہ

تعلیم انسان کی ترقی اور پیشرفت کا ایک بنیادی عامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے تعلیم کا حصول ضروری ہے۔ اسلام میں تعلیم نہ صرف معاشرتی عمل، بلکہ ہر انسان کا ایک بنیادی فرض اور حق ہے۔ معاشرہ کے تمام افراد کے لئے حصولِ تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کرنا اسلامی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے۔ تعلیم ہی کے ذریعے سے ہم اسلام ناب کی تعلیمات اور اپنے ثقافتی و تہذیبی ورثہ کو اگلی نسلوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ تعلیم، متمدن اور مہذب معاشرہ کی علامت ہوتی ہے۔ دنیا کے حالات اور بیرونی طاقتوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تعلیم کا حصول ناگزیر ہے۔ البتہ تعلیم اُس وقت موثر واقع ہوتی ہے جب تعلیمی نصاب سوچا سمجھا ہو۔ کسی بھی تعلیمی نظام کے اغراض و مقاصد کا مشخص ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ سیکھنے والوں کے تعلیمی نتائج یا Learning Outcomes کا جائزہ محض تعلیمی نصاب کی روشنی میں لیا جا سکتا ہے۔ نصاب تعلیم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے سے اغراض و مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ نصاب تعلیم اور مقاصد تعلیم کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ نصاب تعلیم، تعلیم کے مقاصد کا عکاس ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر دور میں اُس دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم کے مقاصد کا ارتقاء ضروری ہے۔ جب تک نصاب وقت کے تقاضوں، مستقبل کے چیلنجز اور انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لیے کارآمد نہ ہو، کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ زمانہ قدیم میں جن قوموں نے بہت ترقی کی ان کا نصابِ تعلیم متنوع اور عصری تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ قدیم زمانوں میں یونانیوں کی ترقی کا راز یہی تھا کہ ان کا نصاب تعلیم متنوع اور عصری تقاضوں کے عین مطابق تھا۔

پس ہر دور میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم کا تعین بہت ضروری ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نصاب تعلیم کس طرح کا ہونا چاہیے؟ اور کیا اسلامی نصاب تعلیم، مروجہ درسی نظامی یا مدارس کا کورس یا پھر سرکاری جامعات میں اسلامیات کلاسز کا نصاب تعلیم عصری تضاضوں اور حالات وچیلنجز کا مقابلہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مقالہ میں عہدِ نبوی، خلافت راشدہ اور بعد کے مختلف ادوار کے تعلیمی نصاب اور ان کے اغراض و مقاصد ذکر کئے گئے ہیں اور ان کی روشنی میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نصاب تعلیم کس طرح کا ہونا چاہیے۔ یہاں یہ نتیجہ لیا گیا ہے کہ اسلامی تعلیم کا بنیادی مقصد ایک مسلمان کو اللہ پر، رسولوں پر، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور یوم قیامت پر ایمان لانا ہے۔ لہٰذا رسمی نظامِ تعلیم میں اساتذہ کو اسلامی تعلیم کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرنا اور ان کے مطابق ترتیب دینا ضروری ہے تاکہ ملکی حالات اور اجتماعی معاشرتی تقاضوں کے مطابق تعلیم کے نظرثانی شدہ، مربوط اور متحرک نظام کو بروئے کار لاتے ہوئے تنقیدی اور تخلیقی انداز میں کام کیا جائے۔

تعلیم کا معنی و مفہوم

اگرچہ اس مقالہ کا عنوان "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نصابِ تعلیم کے مقاصد" کا جائزہ لینا ہے لیکن مقدمہ کے طور پر تعلیم کے معنی و مفہوم، نیز نصاب تعلیم کی تعریف اور اہمیت کو بیان کرنا ضروری ہے۔ تعلیم کے لئے انگریزی زبان میں لفظ Education "استعمال کیا جاتا ہے جو" لاطینی لفظ Edex، بمعنی نکالنا اور "Due"-Ducec" بمعنی راہنمائی سے ماخوذ ہے۔[1] مختلف مفکرین نے تعلیم کی مندرجہ ذیل متعدد تعاریف ذکر کی ہیں۔ مشہور امریکی فلاسفر جان ڈیوی کے نزدیک "تعلیم افراد اور فطرت سے متعلق بنیادی طور پر عقلی اور جذباتی رویوں کی تشکیل پانے کا عمل ہے۔"[2] مشہور فلاسفر رسل نے تعلیم کی تعریف یوں ذکر کی ہے:

"Education in the sense in which I mean it, may be defined as the formation by means of instruction of certain mental habits and a certain outlook on life and the world."[3]

نصاب تعلیم کی تعریف اور اہمیت

نصاب تعلیم عصر حاضر میں ایک وسیع تر اصطلاح بن گئی ہے جس سے مراد مدرسہ یا سکول کی جملہ سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ مبادیاتِ تعلیم میں نصاب کی یوں تعریف ذکر کی گئی ہے۔ "نصاب ان تمام سرگرمیوں، تجربات، مہارتوں، رجحات اور تحقیقات پر مشتمل ہوتا ہے؛ جو مدرسے کے زیر اہتمام بچوں کی ذہنی، اخلاقی، سماجی، روحانی اور معاشرتی کردار اور سیرت کی تعمیر کرتے ہیں۔"[4] تعلیمی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر دیگر اجزاء یعنی تدریسی مواد، اساتذہ، مدرسہ کی عمارت، کتب کی فراہمی اور تجربہ گاہوں کے سامان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تدریسی مواد کی حیثیت ایک شاہراہ کی ہے۔ جس پر طالب علم چل کر منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ تعلیمی مقاصد کو مدّ نظر رکھ کر مضامین یا تجربات کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ مبادیات تعلیم میں نصاب کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "وہ ساری آموزش جو مدرسہ کی منصوبہ بندی کے تحت حاصل ہو خواہ وہ انفرادی شکل میں ہو یا گروہی شکل میں، خواہ مدرسہ کے اندر ہو یا مدرسہ کے باہر نصاب کا حصہ ہوتی ہے۔ اگر بچوں کو مدرسے سے باہر تعلیمی سلسلے میں سکول کی انتظامیہ کی نگرانی میں لے جایا جائے تو وہ بھی نصاب کا حصہ کہلائے گا۔ اسی طرح مدرسے میں دوران سال مختلف سرگرمیاں کرائی جاتی ہیں۔ مثلاً کھیل، تقاریر، تعلیمی سیر وغیرہ سب نصاب کا حصہ ہوتی ہیں۔"[5]

تعلیم کے مقاصد کے تعین میں بے دینی کا نتیجہ

مغربی مفکرین نے جب نظریہ حیات و مذہب سے عاری مقاصدِ نصاب وضع کیے تو انہوں نے تعلیم کو مادی ضروریات اور آسائشِ زندگی پوری کرنے کا وسیلہ قرار دیا۔ ان کے مطابق تعلیم اپنی تہذیبی اقدار اور روایات کی

بدولت خیر و شر سے کوسوں دور ہے۔ لیکن اس غلط تصورِ تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا ان کی قوم اخلاقیات سے دور ہو گئی اور آج یہ تعلیم نئی نسل کے قلب و روح اور اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہے۔ خود مغربی محققین کو بھی اس بات کا ادراک ہے۔ والٹرلپ(Weltalipp) لکھتے ہیں: "اسکول اور کالج دنیا میں ایسے افراد بھیجتے رہے ہیں جو اس معاشرے کے تخلیقی اُصولوں کو نہیں سمجھ پاتے جس میں انہیں رہنا ہے۔ اپنی ثقافت روایت سے محروم نئے تعلیم یافتہ مغربی افراد اپنے دامن اور جذبات میں مغربی تہذیب کے تصورات اُصولوں اور بنیادوں کا کوئی احساس نہیں رکھتے۔ اگر یہی حال رہا تو موجودہ تعلیم آخر کار مغربی تہذیب کو تباہ کر دے گی۔"[6]

اس کے بر عکس، مسلمان مفکرین تعلیم کو روحانی ٹیکسٹ اور ثواب سمجھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کو دنیاوی مقاصد کے لیے لازم قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نصاب تعلیم کے مذہب، فلسفہ اور اخلاق سے منسوب مقاصد معین کیے جن کا لازمی نتیجہ اجتماعیت اور روحانی و اخلاقی اقدار کی پرورش ہے۔ تاہم مسلمان مفکرین کے لئے عہدِ نبوی ﷺ، خلفائے راشدین اور بعد کے اسلامی ادوار کی تعلیمی روش مشعل راہ رہی جس کا ذیل میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔

عہد نبویؐ میں نصاب تعلیم کے مقاصد

اسلام میں تعلیم دراصل ذہنی رویوں، زندگی کی جہات اور کائنات کو صحیح سمت پر چلانے کا نام ہے۔ قرآن مجید وہ نسخہ کیمیا ہے۔ جس نے تعلیم کی ضرورت واہمیت پر بہت ہی زیادہ زور دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ(9:39) ترجمہ: "کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔" تعلیم کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا پہلے دن سے اہتمام فرمایا۔ آپ جب مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں پر آپ نے پہلے حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں تعلیم و تربیت کا انتظام و انصرام کیا۔ بعد میں آپ نے مسجد نبوی میں صفہ چبوترا قائم کیا۔ جس میں باقاعدہ طور صحابہ کرام کی رہائش کا انتظام بھی تھا جو آپ سے اور دیگر صحابہ کرام سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ عہدِ نبوی کے تعلیمی نصاب میں درج ذیل چار سرگرمیوں پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی:

1۔ قرآن کی تعلیم

2۔ کتابت وحی

3۔ احادیث رسول کی اشاعت

4۔ جہاد کی تعلیم و تربیت

قرآن مجید ایک مکمل آئین زندگی ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کو اس کے پڑھنے، یاد کرنے اور اس کی تعلیم و تعلم کی طرف مائل کیا۔ ابتداء میں صحابہ کرام کو آپ نے قرآن کے علاوہ احادیث لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ بعد میں آپ نے اپنے ارشادات و فرمودات کو بھی لکھنے کی اجازت دی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عہدِ نبوی میں مختلف قسم کا نصاب تھا: "قرآن مجید کے حوالے سے کئی مضامین کی تدریس کی اہمیت اور مختلف شواہد سے اس دعوے کی توثیق بھی ہوتی ہے کہ عہدِ نبوی میں کئی اور مضامین بھی شامل نصاب تھے۔ یہ تمام مضامین اور ان سے مربوط موضوعات تعلیم و تدریس کا اس حد تک لازمی حصہ بن گئے تھے کہ حضور کریم ان معلّمین اور وفود کو بھی ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ہدایات دیتے تھے۔ جو اس کام کے لئے بھیجے جاتے تھے۔"[7]

عہدِ نبوی میں نصابِ تعلیم کے حوالہ سے ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں: "اس امر کی شہادتیں بے شمار ہیں کہ آپ نے قرآن و سنت کے لازمی نصاب کے علاوہ تقسیم ترکہ، ریاضی، مبادی طب، علم ہیئت، علم الانساب، علم تجوید القرآن اور نشانہ بازی اور تیراکی کی تعلیم کو نصاب میں شامل فرمایا۔ یہ مضامین اختیاری تھے اور ان کا سرسری جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان میں علوم و فنون (Skills/ Knowledge) دونوں ہی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان کا محور و مرکز عام لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات اور مسائل تھے۔"[8]

عہدِ نبوی میں ہم نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں بھی تھیں۔ جیسے معین الدین ندوی لکھتے ہیں: "حضور کے عہد میں ذہنی و روحانی نشو و نما کے لئے جسمانی صحت کی اہمیت کو بھی محسوس کیا گیا تھا۔ اسی لیے جسمانی صحت کو یقینی بنانے والی مختلف سرگرمیوں (کھیلوں) کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی تاکہ نوجوانوں میں صحت مند اور تنومندی قائم رہے۔ بہت سے مؤرخین کے خیال میں حضور نے ان سرگرمیوں کی تعلیم و تربیت کو اس لیے رائج کیا تھا کہ مسلمان عسکری اعتبار سے اپنے آپ کو چاق و چوبند رکھ سکیں۔[9] ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق ہر جگہ ایک جیسا نصاب شامل نہیں تھا۔ وہ لکھتے ہیں: "یہ جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی جگہ معینہ معلم کے پاس لوگ جاتے تھے اور وہ جو پڑھا سکتا اسے پڑھتے۔ بہر حال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے علاوہ ہمہ گیر نصاب کے علاوہ آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی، تیراکی، تقسیم ترکہ کی تعلیم، مبادی طب، علم ہیئت، علم انساب اور علم تجوید قرآن کی تعلیم دی جایا کرے۔"[10]

عہدِ نبوی میں علم لسانیات پر بھی توجہ دی گئی تھی۔ چنانچہ محمد طفیل لکھتے ہیں: "حضور نے اس معاملہ میں جدید دور کی اصطلاح کے مطابق بہت ہی لبرل پالیسی اختیار کی۔ ایسی زبانوں کی تدریس کو بھی فروغ حاصل ہوا جو مسلمان اقوام کی زبانیں نہیں تھیں۔ بلکہ ان کا تعلق غیر مسلم اقوام سے تھا۔ آپ کے اس ارشاد کے مطابق کہ

مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانیں بھی سیکھی جائیں حضرت زید بن ثابت نے پہل کی وہ حضور کے مہر منشی (پیڈ محرر) تھے اور سفارتی اور سیاسی معاملات میں آپ کے بہت ہی قریب تھے۔ اس شعبہ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے انہیں عبرانی سیکھنی پڑی۔"[11]

عہد نبوی کے تعلیمی نصاب کے مقاصد کا اگر جائزہ لیا جائے تو عہدِ نبوی کے تعلیمی نصاب کے دور رس نتائج نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ معاشرہ جس میں چند افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب نبی پاک اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت تقریباً پچاس کے قریب صرف ایسے صحابہ کرام تھے جن کو مستقل طور پر کاتب وحی کہا جاتا ہے۔[12] انہیں کاتبین میں سے کچھ ایسے صحابہ کرام بھی تھے جو زکوۃ و صدقات کا حساب و کتاب لکھنے پر معمور تھے۔ جیسے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت جھم قابلِ ذکر ہیں۔

اسی طرح عہد نبوی میں دفتری امور یا لین دین کو لکھا جاتا تھا۔ جیسے حضرت حذیفہ بن یمان زکوۃ وصول کر کے اس کو لکھ لیا کرتے تھے اور اسی طرح جنگی حالات میں ایسے پڑھے لکھے لوگ مقرر تھے جو مال غنیمت کا حساب کتاب لکھنے پر معمور تھے۔ جیسے حضرت معیقب بن ابی فاطمہ۔ آپ کی تعلیمی پالیسی کی کامیابی ہی کا نتیجہ تھا کہ عہد نبوی میں ہی لکھنے والے لوگ اتنی کثرت میں تھے کہ اگر کوئی مقرر کردہ آدمی اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوتا تو اس کی جگہ پر کام کرنے والے پڑھے لکھے لوگ حاضر ہو کر کام چلاتے۔ جیسے حضرت حنظلہ اس فریضہ پر مامور تھے۔[13]

خلفائے راشدین کے عہد میں تعلیمی نصاب کے مقاصد

خلفاء راشدین کے زمانہ میں سلطنت اسلامیہ بہت ہی پھیل گئی تھی۔ لہٰذا نت نئے مسائل پیش آئے۔ جس کی وجہ سے تعلیمی نصاب میں عہد نبوی کے مقابلہ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن تعلیمی نصاب کے مقاصد میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں تعلیمی نصاب کی خصوصیات کچھ یوں تھیں:

1. خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہر فرد کو لکھنے پڑھنے کے قابل بنانا نصاب کا مقصد تھا۔
2. قرآن مجید، حدیث، فقہ اور عسکری علوم کے باقاعدہ طور پر ادارے تھے اور ان میں ان کی تعلیم بطور خاص دی جاتی تھی۔
3. فقہاء اور معلّمین کے لئے وظائف مقرر تھے۔ مگر عمومی طور پر تعلیم کے عوض ہدیہ یا تنخواہ وصول کرنا ناپسند سمجھا جاتا تھا۔
4. علم حدیث کے لئے مختلف صحابہ کرام دیگر علاقوں میں جا کر حدیث سنتے اور سناتے تھے۔
5. شعر و شاعری عرب کی رسم و رواج کے مطابق جاری رہی۔ صرف لغو اور غیر اسلامی شاعری کو خلافت راشدہ کے ادوار میں ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

خلافت راشدہ کے دوران تعلیمی نصاب کی ان خصوصیات کے حوالے سے کیے گئے اہتمام کے بعض نمونے درج ذیل ہیں:

(1) تعلیمی حلقوں کی تشکیل

حضرت ابو بکر صدیق میں سیاسی حالات اتنے اچھے نہیں تھے جس کی وجہ سے خاطر خواہ تعلیمی نصاب کی طرف توجہ نہیں دی گئی جبکہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں تعلیمی نظام پر خصوصی توجہ دی گئی۔ علم قرآن و حدیث ان سب کے لئے ان کے عہد میں باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ ہر عام و خاص کو تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔ اس ضمن میں تعلیمی حلقے بھی قائم کیے گئے۔ حتی تعلیم بالغاں بھی رائج تھی۔ ان کے لئے تعلیم کا انتظام بھی مسجدوں میں ہی تھا۔ مسجدوں میں تعلیمی حلقے تھے۔ ان کی تعداد چار ہزار نو سو کے قریب تھی۔[14] اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت علیؑ نے بذاتِ خود انتہائی اہم مسائل پر خطبے دیے۔ آپ لوگوں سے کہا کرتے تھے: سلونی قبل ان تفقدونی فلانا بطرق السماء اعلم منی بطرق الارض[15] یعنی: "اس سے پہلے کہ مجھے اپنے درمیان نہ پاو، مجھ سے پوچھ لو؛ کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے آگاہ ہوں۔"

(2) قرآن کی تعلیم

عہد خلفاء راشدین میں جو بھی علاقہ فتح ہوتا تو اس علاقہ میں قرآن مجید کی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا جاتا۔ ایک محقق رقمطراز ہیں: "خانہ بدوش بدوؤں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم جبری طور پر رائج تھی۔ قرآن کا درس دینے والے مکاتب بھی لکھنا سکھایا کرتے تھے۔ آداب و اعراب کی تعلیم بھی لازمی تھی تاکہ لوگ صحت الفاظ و صحت اعراب کے ساتھ قرآن مجید پڑھ سکیں۔"[16] حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں قرآن مجید کی قرات کو بطور خاص نصاب شامل کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عہد عثمانی میں ایک موقع پر خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ قرات قرآن مجید پر کہیں کوئی جھگڑا یا جنگ نہ ہو جائے لہٰذا امّت کو قرآن مجید کی ایک قرات پر جمع کیا گیا اور ایک مصحف تیار کر کے مختلف علاقوں میں بھیجا گیا اور ساتھ اس قرات کی تعلیم دینے کے لئے معلم بھی مقرر کیے گئے۔[17] اسی طرح جب حضرت علیؑ کے دور میں ایک شخص کو سورہ توبہ کی آیت 3 کی تلاوت کے دوران اعراب کی غلطی کا مرتکب ہوا تو حضرت علیؑ نے اپنے شاگرد اور صحابی ابوالاسود دوئلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کی رہنمائی کے مطابق علمِ نحو کے قواعد وضع کرے تاکہ لوگ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت میں خطا کے مرتکب نہ ہوں۔ نیز انہوں نے قرآن کے حروف پر نکات اور اعراب لگائے۔ انہیں علمِ نحو کا پہلا واضع قرار دیا گیا۔[18] ایک محقق لکھتے ہیں: "ابو الاسود

الدائلی پہلا شخص تھا جس نے اموی دور میں علم نحو پر کام کیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس علم کے اصول حضرت علیؑ بن ابی طالب سے حاصل کیے۔"[19]

(3) تعلیم کے ذریعے عقائد و کردار کی پختگی

عہدِ خلافت راشدہ میں صحابہ کرام نے مکہ اور مدینہ سے نکل کر عرب و عجم کے کئی علاقوں میں جا کر مدرسے قائم کر لیے۔ وہاں پر قرآن مجید اور احادیث کی تعلیم دے کر لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی۔ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں ریاست کی طرف سے کئی معلم مقرر کرکے دوسرے علاقوں میں بھیجا گیا۔ جیسے معین الدین ندوی لکھتے ہیں: "عمال اور حکام کے علاوہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے لئے تمام ممالک محروسہ میں مستقل فقہاء اور معلم مقرر کیے گئے۔ صرف بصرہ میں دس صاحبوں کو اس کام کے لئے بھیجا تھا۔ ابن جوزی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء کی تنخواہیں مقرر کیں۔"[20] قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فوج مہیا ہوتی تو ان پر ایسا افسر مقرر کرتے تھے جو صاحب علم اور صاحب فقہ ہوتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ فوجی افسروں کے لئے علم وفقہ کی ضرورت اسی تبلیغ اسلام کے لئے ضروری تھی۔ شام و عراق کی فتوحات میں ہر اپنوں اور عیسائیوں کے پاس جو اسلامی سفارتیں گئیں انہوں نے بڑی خوبی اور صفائی سے اسلام کے اصول اور عقائد ان کے سامنے بیان کیے۔[21]

خلفائے راشدین بذات خود مسلمانوں کی دینی عقائد کی پختگی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حضرت علی نے مسلم امّت کی آئیڈیالوجی کی پختگی کے لئے توحید، نبوّت اور معاد پر بیسیوں خطبے دیے اور اپنے مکتوبات میں بھی ان موضوعات پر خامہ فرسائی فرمائی۔[22]

(5) فقہ کی خصوصی تعلیم

عہدِ خلافت راشدہ میں علم فقہ کی تدوین کا آغاز ہوا تو حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں فقہاء کی مجلس قائم کی گئی۔ حضرت عمر بن خطاب کے عہد میں نہ صرف فقہاء بلکہ قراء کی بھی مجلس تھی: وکان القراء اصحاب مجالس عمر و مشاورتہ کھولا کانوا او شبانا[23] (حضرت عمر کے اہلِ مجلس اور اہلِ مشاورت علماء تھے۔ خواہ بوڑھے ہوں یا جوان) خلافت راشدہ خصوصی طور پر حضرت عمر بن خطاب کے عہد میں حضرت ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن عوف جیسے عظیم لوگ تھے۔[24]

بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں نصاب تعلیم کے مقاصد

مسلمانوں کی تاریخ میں اموی اور عباسی دور میں بھی نصابِ تعلیم میں اہم مقاصد کو مدّ نظر رکھا گیا۔ بنی امیہ کے

دور میں علوم و فنون پر تحقیقی کام شروع ہوا۔ جس کے لئے مختلف مدارس میں مختلف نصاب تشکیل دیے گئے۔ سائنسی اور عقلی علوم کو حکومتی سرپرستی میں شروع کیا گیا۔ علوم کو علوم اسلامیہ اور علوم عقلیہ میں تقسیم کیا گیا، علوم و فنون کے لئے تالیف و تصنیف اور تراجم کا آغاز ہوا۔ مساجد کے ساتھ خصوصی طور پر تعلیمی ادارے، مدارس قائم کیے گئے۔ کچھ مقامات پر تجرباتی ادارے بھی قائم کیے گئے۔

بطور کلی، اموی دور کے تعلیمی نصاب یہ تھا: (1)قرآن و تفسیر (2)حدیث اور شریعت (3)نحو اور لغت (4)تاریخ کی تدوین (5)خطابت (6)خط وکتابت (7)شعر گوئی (8)تعلیم وتربیت (9)علم کیمیا (10)ادبستان (11)علم طبیعات (12)علم ہیئت (13)علم حساب (14)علم الہیت۔[25] بنی امیہ کے عہد فرزند رسول ﷺ امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے اسلامی علوم کے مختلف شعبوں میں ہزاروں کی تعداد میں شاگردوں کی پرورش کی۔ امام صادقؑ کے حلقہ درس میں کیمسٹری اور طبیعیات کے مسائل بیان ہوتے اور جابر ابن حیان جیسے عظیم مسلمان دانشور سامنے آئے۔

عباسی دور حکومت میں مسلمان علم و ہنر کی دولت سے مالامال ہوئے۔ مامون الرشید عباسی بذات خود ایک بہت بڑا عالم اور علم دوست حکمران تھا۔ وہ اپنے دربار میں مختلف ادیان ومذاہب کے لوگوں کو بلواتا اور ان کے ساتھ مناظرہ کرتا۔ اس نے اپنے ولی عہد حضرت امام رضاؑ کے ساتھ ایسے دانشمندوں کے کئی یادگار مناظرے کروائے جن میں اسلامی تعلیمات کی برتری سب پر عیاں ہوئی۔ عباسی دور میں علم کا سب سے بڑا مرکز بغداد تھا۔ عہد بنو عباس کے تعلیمی مراکز مکہ اور مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، قاہرہ، غرناطہ اور اشبیلیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس دور میں نئے نئے علوم وفنون نے ترقی کی۔ مسلم تاریخ کے اس سنہری دور میں علم کلام، عروض، ریاضی، جغرافیہ، علم حیوانات، نباتات، کیمسٹری، جراحی فلکیات کے مضامین کے علاوہ اسی عہد رصد گاہیں بھی قائم ہوئیں۔ ایجادات اور سائنس و فلسفہ کے لحاظ سے شاندار دور تھا۔ جرجی زیدان لکھتے ہیں۔ ”عہدِ عباسی اسلام کا وہ عہدِ زریں ہے جس میں مسلمانوں کی سلطنت، دولت وثروت، تہذیب وتمدن اور سیاست و حکمرانی کے اعتبار سے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس میں بیشتر اسلامی علوم نشو نما پائے اور اہم داخلی علوم کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔“[26] بنو عباس کے عہد میں بنیادی اسلامی تعلیم کے علاوہ نصاب تعلیم میں درج ذیل مقاصد کو مدّنظر رکھا گیا:

1. نصاب کی جملہ اقسام الہامی تعلیم کا احاطہ کرتی تھیں۔
2. عربی زبان کی جگہ دیگر زبانوں کی ترویج واشاعت پر زور دیا گیا۔
3. اسلامی علم کلام اور فلسفہ کا احیاء اور یونانی فلسفہ کا رد۔
4. سائنس و تجربات کو محدود سطح تک آگے بڑھانا۔

5. یونانی علوم وفنون کو عربی ودیگر زبانوں میں منتقل کرنا۔

دورِ حاضر کے تناظر میں اسلامی نصاب تعلیم کے مقاصد

اگر ہم عہدِ نبوی سے بنی عباس کے عہد تک اسلامی نصاب تعلیم کے مقاصد پر توجہ دیں تو بڑی آسانی سے دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق، اسلامی نصاب تعلیم کے مقاصد کی تعیین کر سکتے ہیں۔ اسی پسِ منظر میں درج ذیل مقاصد کو موجودہ عصر کے لئے اسلامی نصاب تعلیم کے مقاصد کے طور پر اخذ کیا جاسکتا ہے:

1۔ معرفت الٰہی کا حصول

اسلام میں نصاب تعلیم کا سب سے پہلا مقصد، معرفت الٰہی کا حصول ہے۔ قرآن مجید میں پر غور و فکر، تدبر اور سوچنے کی دعوت کا سب سے بڑا مقصد معرفت الٰہی کا حصول ہے۔ بنابریں، تمام عصری علوم، بشمول مروّجہ علوم عقلیہ اور سائنسی علوم کی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جس سے طلباء کو معرفت الٰہی حاصل ہو۔ البتہ معرفت الٰہی ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں درج ذیل امور کی معرفت بھی شامل ہو تو معرفت الٰہی مکمل ہوتی ہے:

1۔ عقائد یعنی توحید، رسالت اور یوم آخرت کی معرفت۔

2۔ عبادات یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حلال وحرام کے احکامات کی معرفت۔

2۔ نیابت الٰہی کی صلاحیت

اسلام میں نصاب تعلیم کا دوسرا اہم مقصد، طالب علم کے اندر نیابت الٰہی کی صلاحیت اجاگر کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (2 :30) ترجمہ: "اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔" لہٰذا دنیا میں انسان کے بھیجنے کے مقاصد میں سے بڑا مقصد نیابت الٰہی اور خلیفہ الارض ہے۔ حقیقی اقتدار کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور زمین پر انسان نے اللہ تعالیٰ کا نائب بن کر حکومتی امور سرانجام دینے ہیں۔ لہٰذا تعلیمی نصاب میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ آنے والی نسل کو نیابت الٰہی کے لئے تیار کر سکے۔ محمد شفیع مرزا نے نیابت الٰہی کی صلاحیت پیدا کرنے کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے: "یعنی مرد کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ فی الارض کے منصب کا اہل بنا سکے اور نائب ہونے کی حیثیت سے خدا تعالیٰ نے اس پر جو فرائض عائد کیے ہیں ان کو کماحقہ ادا کر سکے اور اس دنیا پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو قائم کر سکے۔"[27]

3۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلام میں نصاب تعلیم کا تیسرا اہم مقصد، امر بالمعروف (نیک کاموں کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائیوں سے

روکنا) ہے۔ اسلامی تعلیمی نصاب کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بچوں کے اندر اچھے کام کرنے کا جذبہ پیدا کرے اور برے کاموں سے روکنے کا سامان پیدا کرے۔ قرآن مجید میں ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (3:104) یعنی: "اور تم میں ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے، پسندیدہ کاموں کا حکم دے اور ناپسندیدہ کاموں سے روکے۔" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (22:41) ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔"

4۔ اسلامی نظریات و عقائد سے ہم آہنگی اور مصالح شرعیہ کا تحفظ

ایک مسلمان ملک میں نصاب تعلیم کا ایک اہم مقصد اسلامی نظریات و عقائد سے مکمل مطابقت ہونا چاہیے۔ ایک محقق کے بقول: "اسلامی معاشرہ میں مکتب کا یہ بنیادی مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک نصاب تعلیم کو پوری طرح اسلامی نظریات سے ہم آہنگ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے کیا گیا یہ ضروری نہیں کہ معاشرہ کا پہلا ادارہ یعنی خاندان انسان کی تربیت اور اس کی شخصیت سازی کی حقہ کرے یا اس کو مذہب و عقیدہ سے پوری طرح آگاہ کرے۔ اس لیے یہ مکاتب کا ہی فرض ہے کہ وہ بچہ کی تعلیمی پیاس جو تعلیم و تربیت کے حوالے سے رہ گئی ہو پورا کرے اور اس مقصد کے لئے ایک ایسا نصاب تعلیم بنائے۔ جو اسلامی عقائد و افکار اور اس کے نظام حیات کا آئینہ دار ہو۔"[28] بنابریں، اسلام میں نصاب تعلیم کا چوتھا مقصد، طلباء میں اسلامی نظریات و عقائد اور مصالح شرعیہ کے تحفظ کا شعور پیدا کرنا ہے۔ مصالح شرعیہ کے تحفظ سے ملک میں امن اور سلامتی پیدا ہوگی اور ساتھ ساتھ طلباء کے اندر تعمیری سوچ اور فکر پیدا ہوگی۔ شاطبیؒ کے مطابق مصالح شرعیہ میں تحفظ جان، تحفظ مال، تحفظ نسب، تحفظ شہرت اور تحفظ عقل شامل ہیں۔[29]

5۔ فرد کی تعمیر اور خوابیدہ صلاحیتوں کی نشو و نما

اسلام میں نصاب تعلیم کا پانچواں مقصد افراد کی تعمیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہے۔ تعلیمی نصاب کا مقصد افراد کی تمام تر صلاحیتوں کی ایسی نشو و نما ہونی چاہیے کہ وہ بنی نوع بشریت کا کامل ترین فرد بن جائیں۔ کامل ترین فرد بنانے کے لئے ضروری ہے کہ روحانی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی طور پر اس کی تربیت کی جائے۔ دراصل، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور شعور کی نعمت کبریٰ عطا کی ہے۔ تعلیم انسان کے عقل کے ان خوانچوں کو کھولتی ہے جس کے حاصل کرنے کے بعد انسان پر کائنات کے خزانوں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی نصیب ہوتی

ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (9:32) ترجمہ: "اور تم کو کان دیے اور آنکھیں دیں اور دل دیے"۔: مذکورہ بالا آیت کے ماتحت سید ابو الاعلیٰ لکھتے ہیں:"کان اور آنکھوں سے مراد وہ ذرائع ہیں۔ جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ اگرچہ حصول علم کے ذرائع ذائقہ، لامسہ اور شامہ بھی ہیں۔ لیکن سماعت و بینائی دوسرا تمام حواس سے (زیادہ) بڑے اور اہم ذرائع ہیں۔ اسی لیے قرآن جگہ جگہ پر نمایاں عطیوں کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔"[30]

ایک اور مسلمان مفکر نے فرد کی صلاحیتوں کی نشو و نما کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے:"تعلیم کا یہ مقصد تسلیم شدہ ہے کہ اس کے ذریعے ایک فرد کی صلاحیتوں کو نشو و نما ملے۔ اسلامی تعلیم کا بھی یہ مقصد ہے لیکن اس نظام میں محض صلاحیتوں کا نشو و نما مقصد نہیں بلکہ صلاحیتوں کی صحیح رخ پر نشو و نما مطلوب ہے اور اس صحیح رخ کا تعین اس کائنات میں انسان کے حقیقی مقام کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جو اسلامی فلسفہ تعلیم کا اولین نکتہ ہے۔"[31]

ماہرین تعلیم نے نشو و نما کی بہت سی اقسام ذکر کی ہیں۔ جیسے ذہنی نشو و نما، جسمانی نشو و نما، علمی نشو و نما وغیرہ لیکن اسلامی نصاب تعلیم کو یہ طرہ امتیاز ہے کہ اسلامی نصاب تعلیم وہ ہو جس میں ذہنی، جسمانی اور علمی نشو و نما کے ساتھ ساتھ فرد کی روحانی نشو و نما کا سامان بھی ہو تا۔ جیسے ڈاکٹر محمد رفیع الدین، نظریات، اساس اور پاکستانی تعلیمی پالیسی، میں رقم طراز ہیں:"اللہ تعالیٰ کا تصور انسان کے لئے اللہ کے اوصاف حسن و کمال کی صورت میں اس کے ذوق حسن کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔ انسان کی شخصیت عبادت اور ذکر کے ذریعے نشو و نما پاتی اور طاقت اور قوت حاصل کرتی ہے۔ اسی عمل کو تعلیم کہتے ہیں۔ تعلیم انسان کو شخصیت کی نشو و نما کا دوسرا نام ہے اور اس نشو و نما میں علم کے ساتھ عبارت بھی اپنا کام کرتی ہے۔"[32]

6۔ تزکیۂ نفس

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کو بطور معلم اور مزکی بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (129:2) ترجمہ: "اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم سکھادے اور ان کو پاک نہ کرے بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ "قرآن مجید نے دوسرے مقام پر تزکیۂ نفس کے اہتمام کرنے والے کو کامیاب ترین شخص کیا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىO وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (14-15:87) ترجمہ: "بے شک اس شخص نے فلاح پائی جس نے پاکیزگی (تزکیہ) اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی۔" لہٰذا نصاب تعلیم کا ایک اہم مقصد طلباء کے نفوس کا تزکیہ اور ان کے اندر نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت کا جذبہ برانگیختہ کرنا ہونا چاہیے۔

6۔ تعمیرِ امّت وملّت

اسلام میں نصاب تعلیم کا چھٹا مقصد امّت وملّت کی تعمیر ہے۔ نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیے جو افراد کے اندر سماجی اقدار پروان چڑھائے اور امّت تشکیل دے۔ تعلیمی نصاب میں معاشرتی ضرورتوں کو سامنے رکھا جائے۔ محمد رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں: ''ہر فرد کی زندگی کے دو بڑے پہلو ہوتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی، پھر انفرادی زندگی میں تین ذیلی شعبوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے یعنی جسمانی، ذہنی اور روحانی زندگی۔ تعلیم و تربیت کا منشاء اور مقصود یہ ہونا چاہیے کہ وہ فرد کی زندگی کے ان مختلف پہلوؤں کے نشو و نما اور ترقی میں مدد دے اور کسی ایک پہلو کو بھی نظر انداز نہ کرے۔''[33] اسی طرح اسلامی نظام تعلیم کا ایک اہم مقصد ملّت کی تعمیر اور ملّی اور ملکی ضروریات، اہداف اور مقاصد کی تکمیل ہونا چاہیے۔ نظام تعلیم میں قومی وحدت کی پائیدار بنیادیں فراہم کی جانی چاہیں۔ اس حوالے سے ایک محقق یوں رقم طراز ہیں: ''آدھی صدی گزرنے کے باوجود نظام تعلیم اسلامی ذہن سے تشکیل نہیں دیا گیا۔ اس لیے ایک ہی ملک میں کئی کئی طرح کے نظام تعلیم اور مختلف دھارے ملتے ہیں۔ نظام تعلیم قومی وحدت حاصل کرنے کے لئے جہاں انقلابی وانتظامی تبدیلیاں عمل میں لائے۔ وہاں ان بنیادی امور کی طرف توجہ مبذول کرے۔''[34]

نتائج

1. ہر زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق تعلیمی نصاب کے مقاصد میں ترمیم ضروری ہے۔
2. کسی مذہب یا معاشرہ میں نصاب تعلیم کے بغیر تعلیمی نظام نامکمل ہے۔
3. قرآن وسنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فوجی تعلیم وتربیت لازمی ہے۔
4. ہر دور میں تعلیمی نصاب کے مقاصد میں معرفت الٰہی کا حصول، نیابت الٰہی کی صلاحیت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مصالح شرعیہ کا تحفظ، نظریہ کا تحفظ، فرد کی انفرادی و اجتماعی تعمیر، تزکیہ نفس اور ملی و ملکی ضروریات کو پیش نظر رکھا جائے۔

سفارشات

1) اسلامی تعلیمی نصاب کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں نصاب تشکیل دیا جائے۔
2) نصاب کی جملہ اقسام سائنس، انجینئرنگ اور ایگریکلچر وغیرہ میں اسلامیات کی بنیادی تعلیم مثلاً طہارت، نماز، روزہ اور حلال وحرام کے ضروری مسائل شامل ہونے چاہئیں۔

3) تعلیمی نصاب کے بورڈ میں علماء اور اسلامی محققین کو بھی شامل کرنا چاہیے تاکہ نصاب کا اسلامی تصور اور غیر اسلامی تصور کا فرق ختم ہو سکے۔

*****

References

1. Josopht.T.Shipley, *Dictionary of World Origins* (London: Landon press, 1957), 114.
2. Dewey John, *Democracy and Education quoted* by Hoghes, A.g. and Hughe, E.4, Education, some educatioanl problem, long man's (New York, Philosophical Library, 1960), 81.
3. E.H. Hughes, *Education Some Fundamental Problums* (Hoboken, New Jersey: Prentice Hall Press; Revised edition, 1969), 81

4. Mirza Muhammad, Chaudhry Abdul Salam, Rashid, Khalid, *Mubadiyat-e Taleem*, (Lahore, Punjab Textbook Board, 2013), 46.

مرزا محمد، چوہدری عبدالسلام، رشید، خالد، مبادیات تعلیم (لاہور، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، 2013)، 46۔

5 Abid, 47.

ایضاً، 47۔

6. Ghulam Rasool Muhammad, *Taleem ki Jehetain* (Islamabad: Allama Iqbal Open University, 2006), 22.

غلام رسول محمد، تعلیم کی جہتیں، (اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2006)، 22

7. Abd-ul-Malik Ibn-e Hisham, *Sīrat-e Ibn Hisham*, Vol.1 (Lahore: Maqbool Academy, 1961), 261.

عبدالمالک ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مترجم شیخ محمد اسماعیل، ج1، (لاہور، مقبول اکیڈمی، 1961)، 571۔

8. Dr. Ḥāmīdūllah, *Eahd-e Nabvi ka Nizam-e Hukmrani* (Delhi: Jamia publishers, 1994), 221.

ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، (دہلی، جامعہ پبلشرز، 1994)، 221۔

9. Moinuddin, Nadvi, *History of Islam* (Azamgarh: Maktab Ma'arif, 1966), 25.

معین الدین، ندوی، تاریخ اسلام (اعظم گڑھ، مکتبہ معارف، 1966)، 25۔

10. Ḥāmīdūllah, *Eahd-e Nabvi ka Nizam-e Hukmrani*, 245.

حمید اللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، 254۔

11. Mohammad Tufail, Hashmi, *Naqush Rasool No*, Vol. 4 (Islamabad: Islamia Publishers, 1988), 128.

محمد طفیل، ہاشمی، نقوش رسول نمبر، ج4(اسلام آباد، اسلامیہ پبلشرز، 1988)، 128۔

12. Noor al-Din Ali b. Ahmad, Samhudi, *Wafa Al-Wafa Bakhbar Dar Al-Mustafa*, Vol.2 (Lahore: Idara Paghyam-e Alquran, 2008), 34.

نورالدین علی بن احمد، سمہودی، وفا الوفا باخبار دار المصطفی، مترجم شاہ محمد چشتی ،ج 2 (لاہور، ادارہ پیغام القرآن، 2008)، 34۔

13. Abdul Hayy b. Abdul Kareem, Katani, *Nizam-ul-Hukumat-un-Nabawiyyah*, Trans. Sajid –ur Rahman Saddiqee, Vol. 1 (Lahore; Islamic Publishers, 1990), 115.

عبد الحی بن عبد الکریم، کتانی، نظام الحکومة النبویہ، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، ج1،(لاہور، اسلامک پبلشرز، 1990)، 115۔

14. Allama Shibli, Nomani, *Al-Farooq* (Lahore: Maktab-e-Rahmaniya, 1998), 266.

علامہ شبلی، نعمانی، الفاروق (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 1998)، 266۔

15. Shaikh Muhammad Abduh, *Sharah-e Nagh al-Balaghah*, Vol.2 (Qum: Dar –ul Zakhair, 1370 AHS), 130.

شیخ محمد عبدہ، شرح نہج البلاغہ ،ج2(قم، دارالذخائر، 1370ش)، 130۔

16 Ibid, 266.

ایضاً، 266۔

17. Ibid, Vol. 1, 497.

ایضاً، ج1، 497۔

18 . https://ar.wikipedia.org/wiki/أبو_الأسود_الدؤلي

19. Ibn Nudaim, *Al-Fehrist*, Vol.4 (Beirut: Dar al-Kitab al-Arabiya, 2006), 60-61.

ابن ندیم، الفہرست، ج4(بیروت، دارالکتب العربیہ، 2006)، 60-61۔

20. Nadvi, *Tarikh-e Islam*, Vol. 1, 206.

ندوی، تاریخ اسلام، ج1، 206۔

21- Ahmad b. Ali, Maqrizi, *Tarikh Al-Maqrizi*, Vol.2 (Lebanon: Maktab Ahya Al-Uloom Yashah, 1987), 266.

احمد بن علی، مقریزی، تاریخ المقریزی، ج2(لبنان، دارالغرب الاسلامی، 1987)، 266۔

22. Abduh, *Sharah-e Nagh-ul Balaghah*, Vol.1, 4.

عبدہ، شرح نہج البلاغہ ،ج1، 4۔

23. Muḥammād b. Jūraīr, Al-Tabrī, *Tarīkh-e Tabri*, Vol. 3 (Beirut: Dār Altūrās Alarbi,1387 AD), 60.

محمد بن جریر، طبری، تاریخ طبری، ج3 (بیروت، دارالتراث العربی، 1387)، 60۔

24 Hassan Ibrahim, *Muslmanu ki Siyasi Tarīkh*, Vol. 1 (Lahore: Majlis Tarqi Adab, 2001), 497.

حسن ابراہیم، مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، ج1(لاہو، مجلس ترقی ادب، 2001ء)، 497۔

25. Ghulam Abid, Khan, *Ahd-e Nabvi ka Nizam-e Taleem* (Lahore: Awami kutab Khana, 1978), 53-

غلام عابد، خان، عہد نبوی کا نظام تعلیم (لاہور، عوامی کتب خانہ، 1978ء)، 53۔

26. Abdul Rahman Al-Anbari, *Nazhat Al-Ba'a fi Tabqat Al-Adba'a* (Beirut: Maktabt-ul Manar,1985), 27.

عبدالرحمان الانباری، نزهة الالباءفی طبقات الادباء (بیروت، مکتبة المنار، 1985)، 27۔

27. Muhammad Shafi, Mirza, *Ilm al-Taleem* (Lahore, Idarah Siqafat Islamia, 2007), 17.

محمد شفیع، مرزا، علم التعلیم (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2007)، 17۔

28. Samar Fatima, Masood, *Maktab Bator Tarbiti Idara* (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1993), 471.

ثمر فاطمہ، مسعود، مکتب بطور تربیتی ادارہ، (اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 1993)، 471۔

29. Al-Shaṭabī, Abu Ishaq, *Al-Muwāfiqāt fi Usul al-Sharia*, Vol.3 (Makkah Mukarramah: Tazree Abbas Ahmad Baz,1997), 367.

ابواسحاق، شاطبّی، الموافقات فی اصول الشریعه، ج3(مکہ مکرمہ، تزریع عباس احمد باز، 1997)، 367۔

30. Abu al-Aa'la, Maududi, *Tafheem al-Quran*, Vol.4 (Lahore, Maktab Ta'meer-e-Insaniyat, 1999), 82.

ابوالاعلی، مودودی، تفهیم القرآن، ج4(لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1999)، 82۔

31. Muslim, Sajjad, *Islami Riasat mein Nizam-e Tahleem* (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1993), 41.

مسلم، سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم (اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 1993)، 41۔

32. Dr. Muhammad Rafi, *Nazriyati Ehsas aur Pakistani Taleemi Policy* (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1993), 83-84

ڈاکٹر محمد رفیع، نظریاتی اساس اور پاکستانی تعلیمی پالیسی (اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 1993)، 83-84۔

33. Muhammad Razi-ud-Din, Siddiqui, *Taleem ka Masalah* (Islamabad: Muqadra Qoumi Zaban, 1997), 12.

محمد رضی الدین، صدیقی، تعلیم کا مسئلہ (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 1997)، 12۔

34 Jamil, Jalbi, *Zarya Taleem aur Quomi Taleemi Policy* (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1993), 148.

جمیل، جالبی، ذریعہ تعلیم اور قومی تعلیمی پالیسی (اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 1993)، 148۔